

## مطالعے کی عادت۔۔۔ ایک تحریکی زاویہ

ڈاکٹر انیس احمد

تحریکِ اسلامی سے وابستہ افراد اگر آج سے ۰۵ سال قبل کے منظر نامے پر ایک بگاہ ڈالیں تو دعوت اور دعوت کے طریقوں میں کتاب کا مقام مرکزی نظر آتا ہے۔۔۔ بہت سے ایسے افراد جو تحریکی شخصیات اور دعوت سے مختلف برائے مختلف یا سرکاری ملازمت کی بنا پر اپنے آپ کو فاصلے پر رکھنا پسند کرتے تھے، اگر مخفی حادثاتی طور پر انھیں تحریکی کتب میں سے کسی کتاب کے مطالعے کا موقع مل گیا، تو وہ دعوتِ اسلامی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان میں سے بعض مخفی ایسے ہی کسی حادثے کے نتیجے میں اس حد تک متاثر ہوئے کہ سرکاری ملازمت کو ترک کر کے تحریک کے ایک عام کارکن بننے پر آمادہ ہو گئے۔۔۔ کتاب اور تحریر کا یہ جادو مخفی ادبی اسلوب کی بنا پر ہے، بلکہ ایک بات کے حق ہونے اور حق کو بلا کسی تصنیع، مداہنت یا شدت پسندی کے صرف سادہ الفاظ میں بیان کر دینے کی بنا پر ہوا۔ بلاشبہ اس میں تحریر کے پر خلوص اور خالصت اللہ ہونے کا بڑا خل ہے لیکن کتاب اور تحریر کا یہ پہلو دعوتِ اسلامی کی اشاعت اور قبولیت کا ایک ناقابل تردید واقع ہے۔۔۔

اگر غور کیا جائے تو دعوتِ اسلامی کے الہامی طریق کا میں آسمانی صحیفوں کا بنیادی کردار رہا ہے۔۔۔ قرآن کی جانب دعوت اس عظیم ترین کتاب کا غور مطالعہ کرنے، اس کے مفہوم کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات کو عملی شکل دینے کی دعوت تھی۔۔۔ اسی لیے بار بار پکار کر کہا گیا: **فَأَيُّونَ تَمَّ هُبُورٌ** ۵  
ما لِمُرْجِعٍ يَا □ لا بِدِكْرِ الْغَامِيَّ ۵ لِمُرْ شَاهِيْ مِنْكُمْ لَمُرْ يَسْتَقِيمُ ۵ (النکور ۲۸-۲۶:۸۱)، یعنی تم کدھر بھکے چلے جا رہے ہو؟ آؤ اس کتاب کی طرف! یہ کتاب تو سارے ماهنامہ عالمی ترجمان القرآن، مارچ ۲۰۱۳ء،

جہاں والوں کے لیے ایک نصیحت ہے، تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو راست پر چلنا چاہتا ہو۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ”یہ ایسے صیفیوں میں درج ہے جو مکرم ہیں، بلند رتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں، معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔“ (عبس: ۸۰-۱۲: ۱۶)

الکتاب کی اہمیت کو جگہ جگہ بیان کرتے ہوئے تعلیم دی گئی کہ ”اس کا مطالعہ ٹھیک ہیر کر ہر ہر لفظ پر غور کرتے ہوئے کیا جائے“ (المزمول: ۳-۵)۔ اس کی تلاوت میں بھی تیزی اور جلدی نہ اختیار کی جائے کیونکہ اس کا اصل مقصد محض ثواب کا حصول نہیں بلکہ اس کتاب ہدایت کو سمجھ کر اسے زندگی کے معاملات میں نافذ کرنا ہے۔ اسی بناء پر بار بار یہ یاد دہانی کرائی گئی کہ یہ کتاب پچونکہ ہدایت ہے اس لیے اسے سادہ اور آسان بنادیا گیا ہے تاکہ ایک عام طالب حق بھی اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ ”بلاشہہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنادیا تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں“ (الدخان: ۲۲: ۵۸)۔ اس عظیم کتاب سے دُوری اور تعلق میں کمی نہ صرف دنیا کی زندگی میں انسان کو ہدایت سے دُور کرتی ہے بلکہ آخرت میں محرومی اور سخت جواب دہی سے دوچار کرتی ہے۔ ”اور رسولؐ کہیں گے: اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کیا ہوا تھا،“ (الفرقان: ۲۵: ۳۰)

قرآن کریم سے قریبی تعلق اور اس پر مسلسل غور تحریک اسلامی کی دعوت کا پہلا مطالبہ ہے۔ پورے اعتماد سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تحریک اسلامی، ترجمہ قرآن، یعنی قرآن کو اپنے معاملات میں نافذ کرنے کی دعوت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریک سے وابستگی اور فکر کو تازگی دینے کے لیے ضروری ہے کہ ان تحریرات کا مطالعہ کیا جائے جو قرآن و سنت پر مبنی فکر کو پیش کرتی ہیں اور آج کے مسائل کے اسلامی حل کی طرف نشان دہی کرتی ہیں۔

یہ خیال بے بنیاد ہے کہ ایک تحریکی کارکن نے اگر تحریک سے تعارف کے وقت چند کتابوں کا مطالعہ کر لیا تھا اور تحریک میں شامل ہو گیا تھا، یا نصاب رکنیت پر سرسری نظر ڈال کر رکن بن گیا تھا اور پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ذمہ دار بھی بن گیا، تو اس کا وہ سرسری مطالعہ اسے دین کا معتبر علم دینے کے لیے کافی ہے۔

تحریک کے متحرک رہنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ہر کارکن متحرک فکر کرتا ہو اور نہ صرف

اساسی کتب بلکہ اسلامی مصادر سے بھی پوری واقفیت رکھتا ہو۔ تحریک جس بات کی دعوت دیتی ہے وہ محض سڑکوں پر اپنی قوت اور تعداد کا مظاہر نہیں ہے، بلکہ اسلام کی فکری برتری، تازگی اور عصری مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ ہر لمحے قرآن کریم کے علم میں اضافہ ہو۔ اگر اس نے تفہیم القرآن کا اول تا آخر مطالعہ کر لیا ہے تو خود تفہیم القرآن کی انفرادیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہو گا کہ عصری تقاضی میں سے کم از کم تین چار تفاصیر کا مطالعہ کرے۔ اور پھر دیکھئے کہ قرآن کریم کی جامع اور عملی تعلیمات کس طرح آج کے دور میں جاری و ساری کی جائیں گے۔

اسے نہ صرف قرآن کریم بلکہ سیرت پاک<sup>۱</sup> کا مطالعہ اس زاویے سے کرنا ہو گا کہ آپ کی حیات مبارکہ آج کے دور کے مسائل کے بارے میں کیا بدایات دیتی ہے، اور اس کی ذاتی، خاندانی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی زندگی میں اس مطالعے کے نتیجے میں کیا تبدیلیاں ہوئی چاہیں۔

اسے فقہ کی کم از کم اتنی معلومات ہوں کہ وہ حلال و حرام میں فرق کر سکے اور بنیادی عبادات و معاملات میں لوگوں کی رہنمائی کر سکے۔ ایک داعیِ محض ایک جوشیلا مقرر نہیں ہوتا کہ دوسروں کو گفتار میں شکست دے سکے، بلکہ اس کا اصل کام شکست دینے کی جگہ دوسروں کو جیتنا، اپنے سے قریب لانا اور مخالف کے کیپ سے وابستہ افراد کو اپنی جماعت کی طرف راغب کرنا ہے۔ دین کی حکمت نہ کبھی یہ تھی نہ آج ہو سکتی ہے کہ مخالفین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور اپنے ہر تیز اور نوکریلے جملے سے انھیں مجرد حکم کے لطف اٹھایا جائے، بلکہ دین کا مطالبہ ہے کہ جو کل تک دشمنِ جان تھے انھیں اپنے قول لیں اور حکمت و محبت سے ولد تعمیہ بنایا جائے۔ داعی کی بات اور طریقہ عمل وہ ہو جو پھول کی پتی سے ہیرے کے جگہ کو دوخت کر دینے والا ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب سیرت پاک<sup>۱</sup> کا مطالعہ اسلوب دعوت، استقامت و صبر اور دعوت کی حکمت کو سمجھنے کے لیے کیا جائے۔ جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ جو کارکن اور ذمہ دار ان تحریک سے ۲۰، ۱۰ یا ۳۰ سال سے وابستے ہیں انہوں نے اس عرصے میں سیرت پاک<sup>۱</sup> کے حوالے سے اپنی معلومات اور علم میں کتنا اضافہ کیا ہے اور سیرت سرورِ عالم کے علاوہ کون سی کتاب گذشتہ دو برسوں میں پڑھی، اور کیا واقعی سیرت سرورِ عالم کو بھی اس طرح پڑھا ہے جیسا اس کا پڑھنے کا حق ہے؟

ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ اسلامی لٹریچر کے علاوہ اپنے زمانے کے افکار، تصورات،

تحریکات کا بھی وقتِ نظر سے مطالعہ کیا جائے، اور اسلام اور اسلامی تحریکات کو جو فکری اور تہذیبی پنجنے درپیش ہیں ان کو سمجھ کر ان کے مقابلے کی علمی اور عملی استعداد پیدا کی جائے۔ یہ اسی وقتِ ممکن ہے جب کارکن اور قیادت ان پہلوؤں سے اپنے آپ کو باخبر رکھیں اور صرف ماضی کے سرمایہ فکر پر قناعت نہ کریں۔

تحریکِ اسلامی کی ترقی اور کامیابی کا پہلا زینہ خود داعی کی فکری ترقی سے وابستہ ہے۔ اگر مطالعہ نہیں کیا جائے گا تو ہمارا ذہن نئے زاویوں اور متبادل حل تلاش کرنے سے قاصر رہے گا اور ہم روایت کے شکنجه میں گرفتار ہو کر ایک ضابطے کی جماعت بن جائیں گے، جو دستور اور ضوابط کی تو پابند ہو لیکن دستور کی روح اور ضوابط کی حکمت سے مکمل طور پر نہ آشنا ہو۔ اس کا نام جسود ہے، اس کا نام fossilization ہے، اس کا نام قدامت پرستی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اسے روایت، اشرافیت اور تقویٰ کا نام دے کر اپنے آپ کو خوش کر لیں۔

کتاب کا لکھر جب تک زندہ رہے گا تحریک بھی زندہ اور متحرك رہے گی۔ ہر نئی آنے والی فکر ایک داعی کو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے اور وہاں سے ہدایت حاصل کرنے پر راغب کرے گی، اور وہ اس نام نہاد عالم گیریت کے دور میں نوزائدہ مسائل پر اجتہادی رائے دے سکے گا۔ اگر اس نے مطالعہ ترک کر دیا تو وہ مقلد توبن سکتا ہے قائد نہیں بن سکتا۔ تحریکِ اسلامی کی بنیادی کوشش یہی رہی ہے کہ وہ ہر کارکن میں قائدانہ صلاحیت پیدا کر سکے اور وہ ہر صورت حال سے تحریکی ذہن اور اسلام کے بتائے ہوئے اخلاقی ضابطے کی روشنی میں نہیں کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

تحریکات کی زندگی کا تعلق ان کی قیادت کی طرف سے مسلسل فکری غذا کا فراہم کرنا ہے۔ یہ فکری غذا نہ صرف سیاسی مسائل پر بلکہ غالباً علمی مسائل پر بھی یکساں طور پر ضروری ہے۔ اگر ہمارا عالمی سطح پر معاشی، معاشرتی، ابلاغی، میں الاقوامی معاملات پر مطالعہ سطحی ہوگا تو تحریک بھی دن بدن فکری محدودیت اور افلاس کا شکار ہوگی۔ اگر اس کے ساتھ صورتِ حال کچھ یوں بھی ہو کہ تحریکِ اسلامی کی قیادت نے اب سے ۵۰ سال قبل جو تجزیہ اور مسائل کا حل تجویز کیا ہو، اس پر بھی تحقیقی زکاہ نہ ہو تو پھر تحریک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اس عمل کے جاری رکھنے کے لیے تحریکی قیادت کو خود اپنی مثال پیش کرنی ہوگی اور نئی فکر کی تخلیق کے ذریعے فکر کے نئے زاویوں کی طرف نشان دہی کرنی ہوگی۔ ۱۹۶۲ء میں مولانا مودودی نے جس بنابر ایک تحریکی تحقیقی ادارے کی بنیاد کراچی میں رکھی تھی، اس کے ایک عینی شاہد کی حیثیت سے، میں سمجھتا ہوں کہ ان کے سامنے ایک ایسی ٹیم کی تیاری تھی جو نہ صرف ان کی فکر کو بلکہ ان کی فکر سے آگے علم و عمل کے نئے افق تلاش کرے اور تحریک کی علمی ترقی میں تغیری کردار ادا کر سکے۔

یہ مستقبل کے لیے ایک علمی انشائی تیار کرنے کی خواہش کا اظہار تھا۔ یہ اس عزم کا اظہار تھا کہ تحریک کو ٹھوس علمی بنیاد پر قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت پاک اور مسلم علماء و مفکرین کے کاموں سے براہ راست روشناس کرانے کے بعد نئے تحریکی لشیجہ کی تصنیف اور فکری قیادت کے لیے تیار کیا جائے۔ یہ مغض مولانا کے اپنے رسائل کے ترجیح یا انھیں مختلف مجموعوں میں مرتب کردینے کا کام نہ تھا بلکہ بدلتے حالات میں جرأت، ذمہ داری اور نصوص پر منی علم کے ذریعے ملک اور بیرون ملک ہدایت کے طالب انسانوں تک دعوت پہنچانے کے لیے ایک پوری نسل کو تیار کرنے کی خواہش کا اظہار تھا۔

آج تحریک جس دور سے گزر رہی ہے اس میں نہ صرف تازہ فکر کی بلکہ جو فکر سید مودودی نے پیش کی خود اس کوتازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سید مودودی کی بعض تحریرات ایسی ہیں کہ انھیں جتنی مرتبہ پڑھا جائے اتنی مرتبہ کوئی نیا پہلو سامنے آتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ بطور ایک پالیسی کے تحریک سے وابستہ افراد میں مطالعے کی ثقافت کو حلقہ ہائے فکر کے ذریعے زندہ کیا جائے اور کھلے ذہن کے ساتھ نہ صرف تحریکی قائدین بلکہ دیگر اسلامی مصادر کے تحقیقی مطالعہ کو اختیار کیا جائے۔

دعوتِ اسلامی کا پہلا مرحلہ فکری انقلاب ہے۔ جب تک فکر تبدیل نہ ہو، معاشرتی تبدیلی، سیاسی انقلاب اور تبدیلی قیادت ایک زیبائیش تو ہو سکتی ہے حقیقت نہیں بن سکتی۔ دل و دماغ کا پورے اعتماد کے ساتھ یہک سوہونا دعویٰ کامیابی کا پہلا مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ اگر کمزور ہوگا تو آسمان کی بلندیوں تک جو معمارت بنے گی وہ ٹیڑھی اور بودی بنیاد پر ہوگی۔ اس کی ظاہری عظمت اسے زیادہ عرصہ برقرار نہیں رکھ سکتی۔ وہ زمین کی معمولی حرکت سے بلندیوں سے گر کر نشیب کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

جس شجر طیبہ کی مثال قرآن کریم نے دی ہے اس کی بنیاد کتاب عظیم پر ہے، اور کتاب

عظیم یہ حکم دیتی ہے کہ نہ صرف ایک عام کارکن اور ذمہ دار بلکہ خود ہادی اعظم ماقوماً کے حکم پر عمل کریں۔ قرآن کریم اور تحریکی لٹریچر کا بغور اور بارہار مطالعہ ہی تحریک کوئی فکر کی تخلیق کی طرف اُبھار سکتا ہے۔ جب تک فکر میں ندرت اور تازگی نہ ہو، تحریک قوی اور عالمی افق پر مقام قیادت حاصل نہیں کر سکتی۔

---